تحریک جدید کے سال نو کا اعلان

سرًّا اور جہرًا دونوں قسم کی قربانیاں فائدہ دیتی ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 /نومبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۗ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ (النحل:76)

پھر فرمایا:۔

یہ سورہ النحل کی 76 ویں آیت ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔اس کے مضمون سے ظاہر ہے کہ آج کے خطبے کا موضوع مالی قربانی ہے اور اس کا موقع یہ پیش آیا کہ تحریک جدید کا ایک سال ختم ہو کر اب نئے سال کا آغاز ہوا ہے اور ایک لمبے عرصے سے یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ جب تحریک جدید کا ایک مالی سال ختم ہو کر دوسرے سال میں داخل ہوتا ہے تو پہلے خطبے میں سوائے اس کے کہ کوئی مانع ہو جائے،کوئی اور روک پیدا ہو جائے تحریک جدید ہی کے موضوع پہ خطبہ دیا جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے مالی قربانی کا جو مضمون میں نے اس آیت کے حوالے سے بیان کرنا ہے پہلے اس سے متعلق بات کروں گا پھر انشاء اللہ وہ اعداد وشمار آپ کے سامنے رکھوں گا جو گزشتہ سال کے اور اس سے پیوستہ سال کے ہمارے سامنے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اللہ ایک ایسے غلام کی مثال پیش کرتا ہے جس کے قبضے میں کچھ بھی نہ ہو وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا اور ایک ایسے شخص کی مثال جسے ہم نے اپنی جناب سے پاکیزہ رزق عطا کیا ہو فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا اور وہ اس میں سے چھپا کے بھی خرچ کرے اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرے هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف اللہ کے لئے ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ اکثر ان میں ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔

یہاں جو عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کی مثال ہے اس سے ذہن میں یہ مضمون ابھرتا ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو جو بے چارہ غریب ہو، اس کے پلے کچھ نہ ہو، قبضہ قدرت میں کچھ نہ ہو، اس کی مثال کے مقابل پر خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے کی مثال دی گئی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ تو معذور ہے اس کا تو اختیار ہی کچھ نہیں۔ اس کو ایک نیک، صاحب حیثیت کے مقابل پر رکھنا کیا معنی رکھتا ہے اس لئے دراصل عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کے مضمون کو سمجھا نہیں گیا۔ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا سے مراد وہ شخص ہے جو مالی لحاظ سے خواہ کیسی ہی کشائش کیوں نہ رکھتا ہو مگر جس مال کا مالک ہے اس کا غلام بھی ہے اور اسی مال کے بندھنوں میں ایسا پھنسا ہوا ہے کہ کلیۃً بے اختیار ہو چکا ہے۔ یا جس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو دنیا کے دام میں پھنس چکا ہے اور اسے کوئی آزادی دنیا سے نصیب ہی نہ ہو کہ کار خیر میں کچھ کوشش کر سکے۔ تو عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کے مقابل پر وہ عباد اللہ ہیں جو خدا کے غلام ہو جاتے ہیں اور ان کو پھر خیر کی آزادیاں نصیب ہوتی ہیں۔

پس یہ دو قسم کے غلام ہیں جن کا موازنہ قرآن کریم فرماتا ہے یہاں اختصار کے ساتھ، بعض دوسری جگہوں پہ تفصیل کے ساتھ۔ پس دو میں سے ایک غلامی تو تمہیں بہر حال اختیار کرنی ہوگی۔ ایک غلامی وہ ہے جو شیطان کی یا دنیا کی لالچ کی اور دنیا کے اموال کی غلامی ہے۔ اس غلامی میں تم ہر خیر کے فعل سے عاجز آجاؤ گے۔ کسی نیک کام کی توفیق نہیں ملے گی اور دن بدن زیادہ سخت بندھنوں میں تم بے بس اور مقید ہوتے چلے جاؤ گے اور یہ وہ سلسلہ ہے جس کے متعلق پھر عَبْدًا مَّمْلُوْكًا کی وہ مثال صادق آتی ہے کہ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اس کو کچھ بھی اختیار نہیں، کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اب وہ لوگ جو بے حد امیر ہوں مگر جتنے امیر ہوں اتنا ہی اپنے اموال کے خود غلام بن چکے ہوں، وہ

بیچارے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اپنے اوپر بھی خرچ نہیں کر سکتے، اپنے بچوں پہ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ اپنی خواہشات بھی اس سے پوری نہیں کر سکتے کیونکہ مال کی غلامی کے سوا اور کوئی خواہش باقی نہیں رہتی اور یہ خواہش ہر دوسری خواہش پر غالب آ جاتی ہے۔ تو یہ اس سفر کی انتہا دکھائی گئی ہے جو مادہ پرستی کا سفر ہے۔ جس میں انسان خود اپنی گردن مادے کے نیچے دے دیتا ہے اور وہ پھر اس پر قبضہ کرتا چلا جاتا ہے۔ پس یہ کیسی آزادی ہے کہ انسان خود اپنی ملکیت کا غلام ہو جائے۔

اس کے برعکس اللہ کی غلامی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ ہم ایسے شخص کو جو ہمارا غلام ہو جاتا ہے وہ ہمارے رنگ سیکھتا ہے ہم اسے عطا کرتے ہیں وہ آگے عطا کرتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ غلام ہو اور آقا کے مزاج کے خلاف مزاج رکھے کیونکہ آقا کے مزاج کے خلاف اگر مزاج ہو بھی تو اس مزاج کو استعمال کرنے کی اسے اجازت ہی نہیں ہوتی۔ مملوک کامل تو وہ ہے جو اپنے آقا کے مزاج کے مطابق چلتا ہے۔ پس دھن کا بھی ایک مزاج ہے جس کو ایک ہندی مصرعہ کی صورت میں یوں کہا گیا ہے گویا ایک قسم کی ضرب المثل ہے کہ:

مایا کو مایا ملے کرکر لانبے ہاتھ
تلسی داس غریب کی کوئی نہ پوچھے بات

یعنی شعر ہے مصرعہ نہیں، کہ دولت کا مزاج تو یہ ہے کہ دولت ملتی ہے اور لمبے لمبے ہاتھ کر کے اسے سمیٹتی چلی جاتی ہے اور یہ مزاج جو ہے وہ غریب سے مستغنی ہو جاتا ہے اسے کچھ بھی پرواہ نہیں رہتی کہ بنی نوع انسان میں سے دوسرے لوگ کس حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں کیونکہ دولت کو دولت کی حرص ہوتی ہے یہی جہنم کا مزاج قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور مادہ پرستی کے اندر یہ بات شامل ہے۔ پس فرمایا جن کو ہم رزق دیتے ہیں وہ تو ہمارا مزاج لیتے ہیں یعنی اللہ تو رزق سب کو دیتا ہے مگر یہاں بڑے پیار سے ان بندوں کا ذکر ہے جو خدا کے ہو چکے ہوں جب وہ خدا سے رزق لیتے ہیں تو پھر خدا کی طرح اس مال کو آگے خرچ کرتے ہیں اور خرچ بھی ''سراً و علانیۃً'' چھپا کے بھی اور ظاہر بھی، سِرًّا وَّ جَهْرًا چھپا کے بھی اور اونچی آواز سے بھی یعنی بتا کے بھی۔

اب یہ بھی اللہ کا مزاج ہے اور اللہ کی اکثر عطا سِرًّا ہے اس میں اکثر صفات جو انسان کو دی ہیں یا اپنی ہر مخلوق کو جو عطا کی ہیں وہ بغیر شور کے ہیں ان میں کوئی اظہار نہیں، نہ ان صفات کے مالک

کو جن کو عطا کی گئی ہیں، اس کا شعور ہی ہوتا ہے کہ میں کن کن صفات کا مالک ہوں۔ نہ وہ گفتگو میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اب سائنس دان مثلاً انسان کے اندرونی اعضاء کی، جو مخفی اعضاء ہیں انسان کی نظر سے، ان کی جو صفات معلوم کر رہے ہیں یہ تو ابھی سفر کا آغاز ہے مگر جتنی بھی معلوم کر چکے ہیں بے انتہا علم کے خزانے ہیں جو ہمارے ہاتھ آئے ہیں اور ان کے متعلق کوئی شور نہیں تھا، کچھ بتایا ہی نہیں گیا، کوئی احسان تفصیل سے جتایا نہیں گیا۔ اللہ کے مخفی ہاتھ نے ایک عطا کر دی ہے اور وہ ساری کائنات میں اسی طرح ایک مخفی ہاتھ سے عطا کرتا چلا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس عطا کو کھل کر اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملتا ہے وہ آواز کی صورت میں دوسروں تک پہنچتی ہے۔ انسان کو جو صفات حسنہ عطا کی گئی ہیں ان میں انسان بولتا بھی ہے لکھتا بھی ہے، اپنے کلام کے ذریعے، اپنے اشاروں کے ذریعے، اپنی دوسری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بنی نوع انسان پر اپنی صفات کو اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس کی انا اس سے تسکین پاتی ہے۔ پس وہ تو اپنی تسکین انا کی خاطر کرتا ہے مگر درحقیقت یہ اللہ کا ہاتھ ہے جو اس کے اندر بول رہا ہے۔ اس کی نیت اور ہے مگر اللہ نے اس کو وہ صلاحیت بخشی ہے جو بلند آواز سے بتا سکتی ہے کہ میں ایک صلاحیت ہوں۔ ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جن میں طاقت ہے اپنے اظہار کی اور وہ پھر چھپی نہیں رہتیں اور اس مضمون کا تعلق صرف لفظی اظہار سے نہیں ہے یا تحریری اظہار سے نہیں ہے بلکہ عملاً بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جو اپنی زبان حال سے بولتی ہیں۔ آنکھیں ہیں، ایک انسان جو آنکھوں والا پھر رہا ہے اس کی آنکھوں کی طرف خواہ آنکھوں والے کا دھیان عام طور پر نہ بھی جائے یا خود اپنی آنکھوں پر بھی غور نہ کرے مگر جب کوئی اندھا دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں بولنے لگتی ہیں اور جن آنکھوں کو وہ دیکھتا ہے وہ بھی بولنے لگتی ہیں۔ انسان کو بتاتی ہیں کہ اللہ کا بڑا احسان تھا جو سِرًّا تھا تمہاری نظر سے مگر عملاً تو جَهْرًا ہے۔ یہ تو ہر وقت دکھائی دینے والی چیز ہے۔ اس کا پیغام ہر لمحہ سمجھنے والا، سننے والا اور سمجھنے والا ہے۔

زبان بولتی ہے کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے جو کھلی اور ظاہر نعمت ہے۔ مگر جب گونگے سے بات کرنی پڑے کسی گونگے کو مشکلات میں مبتلا دیکھیں تب سمجھ آتی ہے کہ یہ تو ایک خدا کا انعام جہر ہے۔ نوک پلک درست ہو انسان کے چہرے کی، دونوں آنکھیں ہوں، ناک

ہو، ہونٹ ہوں متوازن ہوں تو یہ بھی ایک جہری انعام ہے، یہ سری انعام نہیں۔ مگر انسان بسا اوقات اللہ کی نعمتوں کو، ان کے جھر کو بھی سر میں بدل دیتا ہے۔ خیال ہی نہیں کرتا ان کا لیکن جب ایک انسان کے ہاں مثلاً ایک معذور بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ناک کے اندر ایک پردہ نہیں تو آواز ہی ناک سے نکلتی ہے اور ساری زندگی کے لئے وہ آواز اسے اپنی اس نعمت کا احساس دلاتی ہے جو اسے میسر ہے پہلے خیال ہی نہیں آتا تھا۔ تو ایک بگڑی ہوئی آواز ایک صحت مند آواز کے حق میں بولتی ہے اور بتاتی ہے کہ کتنا بڑا انعام تھا جو جہری انعام تھا جس سے تم نے آنکھیں بند رکھیں اور اپنے کان بند رکھے۔ تو یہ نظام ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کا۔ تو جو اس کے بندے ہیں انہوں نے اسی سے آخر زندگی کی رمزیں سیکھنی ہیں، زندگی کی ادائیں سیکھنی ہیں۔ پس خدا کے پاک بندے بھی سِرًّا بھی نیکیاں کرتے ہیں اور جَھْرًا بھی کرتے ہیں۔

اور یہ عجیب لطف کی بات ہے کہ جتنا خدا سے دور ہو لیکن خدا کی طرف حرکت کر رہا ہو اس کی ظاہری نیکیوں کا توازن سر نیکیوں کے مقابل پر زیادہ ہوتا ہے اور جتنا کوئی خدا کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہ توازن الٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی ظاہری نیکیاں اس کی سر نیکیوں سے مغلوب ہو جاتی ہے اور اکثر نیکیاں اس کی مخفی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء کی ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ جب تک خدا نہ ان کو ابھار کے ان کی طرف سے اعلان کرے اور ان کے حسن کا اظہار نہ کرے وہ مخفی رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے ابتدائی دور اور دوسرے دور کا موازنہ فرمایا ہے۔ اس میں یہی راز کھولا ہے کہ اگر خدا مجھے مجبور نہ کرتا اور خود مجھے باہر نکال کر دنیا کو نہ دکھاتا تو میں اس حال پہ راضی تھا جو میرا مخفی حال تھا۔ پس سوائے اللہ کے کوئی آنکھ نہیں جانتی تھی کہ میں کیا کرتا تھا، کیوں کرتا تھا، میری کیا سوچیں تھیں، میرے کیا اعمال تھے کیونکہ وہ دنیا کی نظر سے مخفی تھے۔

پس یہ بھی ایک عجیب سفر ہے جو اظہار سے اخفاء کی طرف چلتا ہے جو جہر سے سر کی طرف روانہ ہے اور انفاق فی سبیل اللہ میں بھی یہی مضمون ہے۔ اللہ کی راہ میں ظاہری مال خرچ کرنے والے بھی شروع میں اتنا مخفی ہاتھ نہیں رکھتے لیکن دن بدن پھر اظہار سے کچھ گھبرانے لگتے ہیں۔ اظہار

مزاج کے مطابق نہیں رہتا پھر جیسا کہ مجبوریاں ہیں مثلاً آنکھ کے حسن کا اظہار تو ہوگا ہی اگر چہ اس کے پیچھے وہ رگیں پوشیدہ ہیں جن کے بغیر آنکھ بے کار ہے، وہ دماغ پوشیدہ ہے جس کے بغیر ان رگوں کا نظام بے کار ہو جاتا ہے، وہ دماغ کے اندرونی رابطوں کا نظام ہے جو نظر میں نہیں آتا تو آنکھ میں جو ظاہر ہے اس سے اس کا پہلو بہت زیادہ ہے۔ کان میں بھی جو ظاہر ہے سر کا پہلو بہت زیادہ ہے۔ زبان میں بھی جو بولتی ہے وہ مخفی اسرار اور علامات جو زبان کے بولنے کے نظام کے پیچھے کام کر رہے ہیں وہ دکھائی نہیں دیتے نہ وہ سنائی دیتے ہیں۔ تو اسی طرح خدا کے بندے جب خدا کی طرف حرکت کرتے ہیں اور نسبتاً کم مملوک ہوتے ہوئے زیادہ مملوک بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی غلامی سے آزاد ہو کر ان کی زنجیریں اتار رہے ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا کی زنجیروں کے لئے اپنے ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ یہ سفر کامل طور پر ان کو خدا کا مملوک بنا دیتا ہے۔ ان کے متعلق پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عباد الرحمٰن۔

اب وہ صفات دیکھیں جو عباد الرحمٰن کی ہیں۔ لفظ عباد وہی استعمال فرمایا جا رہا ہے جو خدا کے سب بندوں پر استعمال ہوتا ہے لیکن وہ صفات مخصوص ہیں ان عباد کی جو طوعی طور پر خدا کے عبد بنتے ہیں۔ مجبوراً سب عبد ہیں ہی لیکن مجبوری کی غلامی، صفات حسنہ جو خدا کی طرف سے بندے میں منتقل ہوتی ہیں ان کی راہ میں روک بن جاتی ہیں۔ مجبوری کی غلامی کا مطلب یہ ہے کہ دل کسی اور کا غلام ہے اور خدا کے رستے میں ہم مجبور ہیں وہی مالک ہے اس کی مرضی کے خلاف کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے وہ جو خدا کی صفات حسنہ یا اسماء کا ایک بہاؤ ہے خدا کی طرف سے بندے کی طرف وہ عباد الرحمٰن کے سوا دوسرے بندوں کو نہیں پہنچتا سوائے اس کے جو فیض عام کی صورت میں ہر مخلوق کو حاصل ہی ہے۔ وہ حاصل نہ ہو تو کوئی سفر اس کی جانب ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ایسی صورت میں اپنے خرچ کو دیکھ کر اس سے بھی اپنی ذات کو پہچانا جا سکتا ہے۔ اپنے خرچ کے انداز کو دیکھ کر اس کے آئینے میں بھی انسان معلوم کر سکتا ہے کہ میں اپنی روح کی کیا شکل بنا رہا ہوں اور پھر پہلے اور بعد کے موازنے سے انسان یہ معلوم کر سکتا ہے کہ میرا سفر خدا کی سمت ہے یا خدا سے دور ہے۔

پس خرچ کرنے والا اگر آخری عمر میں جا کر اپنے خرچ سے تھک رہا ہو اس کی طبیعت پہ خرچ کی صورت میں زیادہ بوجھ پڑنے لگا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے خدا کی غلامی کی زنجیریں بھاری

لگنے لگی ہیں اور وہیں سے اس کا سفر ترقی معکوس کی طرف الٹ جاتا ہے۔ پس مالی نظام سے وابستہ جماعت کو مالی نظام کی تقویٰ کی باریک راہوں پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے کیونکہ جو خدا کے دین کی ضرورت ہے، تحریک تو اس کی خاطر کی جاتی ہے، مگر وہ ضرورت پورا کرنا اس نظام کی پوری تصویر نہیں ہے۔ اس نظام کے پس منظر میں جو سر انعامات ہیں اللہ تعالیٰ کے وہ اس سے زیادہ ہیں جو ضرورت کی صورت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بہت باریک نکات ہمارے سامنے رکھے ہیں اور ان سب کی بنیاد قرآن کریم کی آیات پر ہے اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر ہے۔ اس لئے مالی نظام کا وہ پہلو تو ہمیں جماعت میں دکھائی دے رہا ہے جو ضرورتِ حقہ پوری کرتے وقت دکھائی دیتا ہے۔ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے آج کے زمانے میں ایک ہی منفرد جماعت دنیا میں پیدا فرمائی ہے۔ جو خالصۃً للہ وہ قربانی کرتی چلی جاتی ہے جو دنیا کی نظر میں کمر توڑنے والے بوجھ ہیں۔ جو عام دنیا دار کے اوپر ڈالے جائیں خواہ وہ ٹیکس کی صورت میں ڈالے جائیں یا اور کسی بہانے سے تو تمام دنیا کا انسان اس نظام کے خلاف بغاوت کر دے اور دنیا کا امن برباد ہو جائے۔ انسان اتنے بوجھ اٹھا ہی نہیں سکتا خواہ قانون کی مجبوری سے بھی اٹھانے پڑیں لیکن ایک جماعت ایسی ہے جو جتنا بوجھ اٹھاتی ہے اور زیادہ دل چاہتا ہے کہ اور بھی اس میں اضافہ کرتے چلے جائیں، اور نظریں ڈھونڈتی ہیں، اپنی جیبوں کی تلاش کرتی ہیں، اپنے عزیزوں کی جیبوں کو تلاش کرتی ہیں، بہانے ڈھونڈتی ہیں کس طریقے سے ہم کچھ خرچ کم کر دیں، کس طریقے سے محنت زیادہ کر کے کمائی زیادہ کریں تا کہ یہ ضرورت پوری ہو اور ہمارے دل کو چین نصیب ہو۔

تو یہ سفر جو ہے یہ عبودیت کی طرف عبد کا سفر ہے، **عباد الرحمن** کی جانب سفر ہے، جس کی تفصیل اس آیت میں ملتی ہے کہ پھر وہ خدا کے رنگ اختیار کر کے مخفی بھی خرچ کرتے ہیں اور جَهْرًا بھی۔ اب مخفی کو پہلے رکھنا بتا رہا ہے کہ مخفی کو فوقیت دیتے ہیں۔ پس یہ بات جو میں نے بیان کی ہے کہ ان کا سفر مخفی نظام قربانی کو بڑھانے کی طرف رکھنا بتا رہا ہے کہ مخفی کو فوقیت دیتے ہیں اور ظاہر کا نمبر بعد میں آتا ہے۔ یہ اس آیت کے کلمات کی ترتیب سے ظاہر ہے سِرًّا وَّ جَهْرًا دل ان کا چاہتا ہے

سر اُ کرنے کو۔فوقیت دیتے ہیں سر کو لیکن مجبوریاں ہیں بعض دفعہ اگر سر ہی رہے تو سارے مومنین میں جو جذبے کو آگے بڑھانے کا نظام ہے اس میں کمزوری آجائے گی اور ان کا اعلان، ان کا جہرا پنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسرے مومنوں میں قربانی کا جذبہ بڑھانے کی خاطر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نظام جماعت کو بعض دفعہ ان کے ذکر بھی کرنے پڑتے ہیں۔اگر انفرادی طور پر نہ کیا جائے تو جماعتی طور پر کرنے پڑتے ہیں اور جماعتی طور پر جب ظاہر کئے جاتے ہیں تو جماعت کی عمومی انا کو ضرور کچھ تسکین ملتی ہوگی مگر یہ وہ تسکین ہے جو اللہ کی خاطر قربانی کرنے کے احساس کے نتیجے میں ملتی ہے۔اس لئے یہاں انا کی تسکین نا جائز نہیں بلکہ پر لطف بھی ہے اور جائز بھی ہے۔

مگر انفرادی طور پر اگر بار بار نام لئے جائیں جو بعض دفعہ کبھی کبھی لینے بھی پڑتے ہیں تو اس صورت میں خطرہ یہ ہے کہ اس فرد کی انا موٹی ہو جائے اور محض للہ تسکین نہ پائے بلکہ اس کی جو اپنے دکھاوے کی فطری تمنا ہے، اپنے آپ کو بڑا دکھانے کا جو جذبہ زندہ چیز میں پایا جاتا ہے وہ جذبہ موٹا ہو جائے اور اسی حد تک وہ خدا کے قرب سے محروم ہوتا چلا جائے۔پس یہ سارے جو توازن ہیں ان کو برقرار رکھنا پڑتا ہے اور کبھی ایک پہلو پر زور دیا جاتا ہے کبھی دوسرے پہلو پر۔مگر جہاں تک جماعتوں کی دوڑ کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے اس میں کوئی قباحت کا پہلو نہیں ہے، کم از کم اب تک ہمیں کوئی قباحت کا پہلو دکھائی نہیں دیا۔اس لئے پہلے تو بسا اوقات نام بھی لئے جاتے تھے مگر اب حتی المقدور میری کوشش یہی ہے کہ جماعتی موازنے کئے جائیں اور انفرادی موازنے نہ کئے جائیں۔

انفرادی موازنہ ہے ضروری لیکن ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔اس لئے میرے خطبے کے اس پہلے حصہ کا اس انفرادی موازنے سے تعلق تھا جو میں چاہتا ہوں آپ میں سے ہر ایک اور میں بھی، ہم سب ہمیشہ کرتے رہیں اور وہ موازنہ ہے صفات حسنہ کا جو کامل تصور خدا تعالیٰ نے پیش فرمایا ہے یعنی ان عباد الرحمٰن کا جو عبد مملوک نہیں رہے، جو شیطان کی غلامی سے کامل طور پر آزاد ہو گئے ہیں، جن کی دولت، جن کی ملکیت ان کی غلام ہے۔وہ نہ اپنی دولت کے غلام ہیں، نہ اپنی ملکیت کے، نہ اپنی اولاد کے، نہ اپنے عزیزوں کے، نہ نفسانی خواہشات کے، وہ جب آزاد ہوتے ہیں تو پھر خدا کی راہ میں کیسے کیسے خرچ کرتے ہیں اس کی تفصیل قرآن کریم میں جگہ جگہ دکھائی دیتی ہے اور آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کی سیرت میں ملتی ہے۔پس اس موازنے سے مراد یہ ہے کہ اپنا موازنہ ان

مثالی تصویروں سے کرتے رہنا چاہئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ ہم زندگی کے سفر کے ساتھ ساتھ ان تصویروں کے قریب آرہے ہیں یا ان سے دور ہٹ رہے ہیں۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں مالی قربانی کی تحریص کا تعلق ہے۔ میں ایک دو اقتباسات حضرت اقدس کے پڑھ کے سناتا ہوں پھر وہ جو جماعتی موازنہ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اس مال عزیز کو ترک کرتا ہے جس پر اس کی زندگی کا مدار اور معیشت کا انحصار ہے اور جو محنت اور تکلیف اور عرق ریزی سے کمایا گیا ہے تب بخل کی پلیدی اس کے اندر سے نکل جاتی ہے۔۔۔“

اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو دوبارہ غور سے سنیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ آپ محض مالی قربانی کی بات نہیں کر رہے۔ آپ ایسی مالی قربانی کی بات کر رہے ہیں جس کا اثر بنیادی ضروریات تک پہنچتا ہے، جس کی آواز اس دکھ میں محسوس ہوتی ہے جو انسان اپنی ضرورت کی چیز قربان کرتے وقت ویسے محسوس کرتا ہے۔ وہاں تک جب تک قربانی کی دھمک نہ پہنچے اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس قربانی نے بخل کی ہر پلیدی کو اندر سے نکال پھینکا ہے۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو محض سطحی نظر سے دیکھنے سے آپ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ بار بار پڑھنے کا اس لئے ارشاد ہے کہ غور کریں تو پھر آپ کو اس کا پیغام سنائی دینے لگے گا اور جب وہ روشن ہوتا ہے تو اس کے ساتھ دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ فرمایا:

”۔۔۔ اپنے اس مال عزیز کو ترک کرتا ہے جس پر اس کی زندگی کا مدار اور معیشت کا انحصار ہے اور جو محنت اور تکلیف اور عرق ریزی سے کمایا گیا ہے۔۔۔“

اکثر وہ امراء یا درمیانے درجے کے لوگ بھی جو روزمرہ کی زندگی کی ضرورتوں کے معاملے میں پریشان نہیں رہتے ان کے پاس کچھ مال بچ جاتا ہے۔ وہ جب مالی قربانی کرتے ہیں اس کے ثواب سے تو خدا ان کو کبھی محروم نہیں رکھے گا۔ اگر جذبے نیک ہیں تو اس کا ثواب ضرور عطا ہوگا۔ مگر

ایک اور مضمون ہے جو مسیح موعود علیہ السلام بیان فرمار ہے ہیں کہ مالی قربانی سے جو نفس کی پاکیزگی کا تعلق ہے اس میں مالی قربانی کرتے وقت اس کا کچھ دکھ محسوس ہونا چاہئے تا کہ انسان سمجھے کہ میں نے تکلیف اٹھائی ہے مگر خدا کی خاطر اٹھائی ہے۔ یہ احساس ہے جو اس کے اندر پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ فرمایا اگر یہ ہو جائے تو ''تب بخل کی پلیدی اس کے اندر سے نکل جاتی ہے'' یعنی بخل ایک پلیدی ہے۔ بخل کی تعریف تو کئی طرح سے کی گئی ہے مگر یہاں بخل سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ ضرورت حقہ جس پر خرچ کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے اس ضرورت حقہ کو پوری کرتے ہوئے خواہ وہ اپنوں کی ہو یا غیروں کی ہو، جماعت کی ہو یا افراد کی ہو جو روک طبعیت میں پیدا ہوتی ہے اسے بخل کہا جاتا ہے اور ضرورت حقہ کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے نفس کو کاٹ کر یا مار کر نہیں بلکہ اسی حد تک پوری کی جائے گی کہ غریب کی تکلیف میں بھی آپ شامل ہو جائیں اور آپ کی خوشیوں میں بھی وہ شامل ہو جائے اور دونوں طرح سے شراکت ہو۔ یہ مضمون ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں۔ جب یہ ہوگا تو تمہارے نفس سے بخل کی پلیدی نکال باہر پھینکی جائے گی۔ فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی ایمان میں بھی ایک شدت اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔''

فرمایا ہے اس کے نتیجے میں ایمان چمک اٹھتا ہے اور اس کے اندر صرف قوت ہی نہیں بلکہ مضبوطی اور روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان کی مضبوطی اور اس کی صلابت سے مراد یہ ہے کہ اس کے اندر سے ایک شعلہ نور اٹھتا ہے جو اسے زیادہ روشن کر دیتا ہے، زیادہ یقینی بنا دیتا ہے۔

پس یہ وہ مخفی فائدے تھے جن کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا یہ سر کا پہلو ہے انفاق کا جو ظاہری انفاق کے علاوہ اپنے فیوض میں بھی سر رکھتا ہے۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ جو مخفی طور پر کیا جائے اس سے نفس کی بخیلی بہت زیادہ دور ہوتی ہے بہ نسبت اس انفاق فی سبیل اللہ کے جو ظاہر کر کے کیا جائے کیونکہ مخفی انفاق کو تو کوئی دیکھ ہی نہیں رہا۔ مخفی انفاق تو ایسے ہے جیسے کہتے ہیں ''جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا'' خوب صورت تو لگتا ہوگا لیکن دیکھا ہی کسی نے نہیں تو کیا فرق پڑتا ہے ناچا یا نہ ناچا۔ ایسی کیفیت میں جب انسان مالی قربانی کرتا ہے تو تب خدا اسے دیکھتا ہے حالانکہ سب کو دیکھ رہا ہے مگر ایک حسن پر جب نگاہ پڑتی ہے تو اور طرح سے پڑتی ہے۔ آپ بھی تو رستہ چلتے ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔

سفر کرتے ہیں تو دیکھ رہے ہیں مگر وہاں نگاہ پڑتی ہے جہاں حسن آپ کو کھینچتا ہے، کسی موڑ پر کوئی خوبصورت وادی دکھائی دے تو وہ دیکھنا اور ہے اور ویسے سارا راستہ دیکھتے ہی تو جا رہے ہیں۔ اگر سوئے نہیں ہوتے تو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ تو ان معنوں میں خدا دیکھتا ہے کہ جہاں اس کو اپنا کوئی عبد مملوک دکھائی دے اس کی کوئی خوبصورتی چمک اٹھے تو تب اس پر نظر پڑتی ہے پس ایسا بندہ جو ''سر'' میں خرچ کرتا ہے اور اس حالت میں دنیا کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے، دیکھنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں رہتا تب خدا اسے کئی طرح سے دیکھتا ہے۔ ایک تو اس طرح جیسے میں نے بیان کیا، دوسرے اس طرح کہ جب میری خاطر اس نے چھپا لیا اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں تو میں اور میرے فرشتے اس کو دیکھیں گے اور اس نظر کی جو قدر و قیمت ہے اور اس کا جو فیض ہے وہ بھی اپنی ذات میں منفرد ہے۔ وہ انسان کے دیکھنے سے نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے فیض میں پھر نفس کی پلیدیاں دور ہوتی ہیں۔ خدا کی نظر مزکی ہے۔ خدا کا اپنے بندے کے حال کو دیکھنا جو کہ اس کے پیار میں ایک ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف حرکت کر رہا ہے وہ انسانی روح اور اس کی فطرت جو خدا کی خاطر سجتی ہے اسے پھر خدا اور نظر سے دیکھتا ہے اور وہ نظر خود اس کے سنگھار کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔ اس کی پلیدیاں دور کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔ یہ کوئی فرضی مضمون نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ ساری زندگی کا یہ تجربہ تھا کہ جب خدا دیکھ رہا ہو تو اس کے کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ایسی بات لکھتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک زندگی کے تجربے کا مضمون ہے جو بیان ہو رہا ہے۔ وہ نظم نہیں آپ نے پڑھی۔ بارہا پڑھی یا سنی ہے **سبحان من یرانی**۔ اب یہ کوئی جھوٹا سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ مصرعہ لگائے کہ **سبحان من یرانی**۔ اس لئے کہ اس **یرانی** کے اندر جب بھی آپ اس کو دہراتے ہیں ایک نیا لطف محسوس کرتے ہیں اور اس خدا کی نظر کا ایک لمبا تجربہ ہے۔ پس جہاں بھی خدا کے دیکھنے کا مضمون پیدا ہوتا ہے اس میں یہ پس منظر بھی ضرور اس کے پیچھے جلوے دکھا رہا ہے خواہ آپ گہری نظر سے اسے نہ بھی دیکھ سکیں مگر ہوتا ضرور ہے۔

پس دیکھنے کا جو مضمون ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف جگہوں پر بیان فرمایا ہے میں اس کی بات اب کر رہا ہوں اس موقع پر وہ چسپاں ہوتا ہے۔ جب ایک انسان خدا کی

خاطر سر کے ہاتھ سے کچھ خرچ کرتا ہے اس وقت خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا۔ جب خدا دیکھتا ہے تو پھر ایسے آثار ظاہر فرماتا ہے کہ ایسا بندہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ میں خدا کی نظر میں ہوں اور جو کسی ایسے وجود کی نظر میں ہو جس کی عظمت دل پر چھائی ہو، جس کے سامنے انسان کو اچھا بننے کی تمنا ہو تو لازم ہے کہ وہ پھر سنگھار کرے گا۔ اگر بیوی ہے جس کی طرف اس کے خاوند کی اگر اس سے اس کو پیار ہے، توجہ ہے تو ہر توجہ اس کو اپنی کوئی کمزوری دور کرنے کی طرف متوجہ کرے گی۔ کوئی داغ ہے وہ اسے دور کرے گی۔ کوئی خوبصورتی نہیں ہے وہ زائد اس پر پیدا کرنے کی کوشش کرے گی۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا کہ اس کی پلیدیاں دور ہوتی ہیں اور حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

اگر اس مضمون کو اس طرح نہ سمجھیں تو مال خرچ کرنے سے کیوں پلیدیاں دور ہوئیں، کیوں حسن میں اضافہ ہوا، اس کی سمجھ نہیں آسکتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور وہ دونوں حالتیں مذکورہ بالا جو پہلے اس سے ہوتی ہیں ان میں یہ پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایک چھپی ہوئی پلیدی ان کے اندر رہتی ہے''۔۔۔

پھر فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے دینا یہ کسب خیر ہے جس سے وہ نفس کی ناپاکی جو سب ناپاکیوں سے بدتر ہے یعنی بخل دور ہو جاتا ہے'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 204)

اب بخل کو سب ناپاکیوں سے بدتر قرار دیا ہے۔ یہ بھی بہت ہی گہرا مضمون ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ بخل ہر فیض سے انسان کو محروم کر دیتا ہے کیونکہ اللہ سے تعلق توڑ دیتا ہے۔ خدا سے تعلق کے قیام کے لئے قرآن نے انفاق فی سبیل اللہ ضروری شرط بیان کی ہے کیونکہ خدا اپنے بندوں پر ویسے ہی مہربان ہوتا ہے یا ان سے صرف نظر فرماتا ہے جیسے وہ اس کے بندوں سے کرتے ہیں یا اس کے دین سے کرتے ہیں۔ جو شخص خدا کے دین کے لئے بخیل ہوگا، جو شخص خدا کے بندوں کے لئے بخیل ہوگا، ضرورت مندوں کے لئے بخیل ہوگا اللہ اسی حد تک اس سے ویسا ہی

معاملہ کرتا ہے اور انا عند ظن عبدی بی کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ میں اپنے بندے کے اس ظن کے مطابق ہو جاتا ہوں جو وہ میرے متعلق کرتا ہے۔ اگر وہ ظن خیر ہے تو خود بھی ویسا ہی بنے گا۔ اگر وہ ظن بد ہے تو وہ خود بھی ویسا ہی بن رہا ہوگا تو اللہ اس سے ویسا ہی سلوک کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اگر وہ بخیل ہے تو اسی حد تک اپنے فیض کا ہاتھ اس سے روک لیتا ہے تبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ہر پلیدی سے بدتر اور بدبخت پلیدی بخل ہے کیونکہ جو فیض کے لافانی چشمے سے محروم رہ جائے اس سے زیادہ پلید اور کیا چیز ہوگی۔ اس میں تو کچھ بھی نہیں رہتا سوائے گند کے۔

پس مالی نظام محض جماعتی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے نہیں ہے۔ ہر اس فرد کی روحانی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ہے جو اس مالی نظام میں حصہ لیتا ہے اور مالی نظام میں اس کی روح کو سمجھتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو سِرًّا، جہاں تک ممکن ہو جَهْرًا بھی حصہ لینے کے نتیجے میں جو فیض جماعت پاتی ہے اس پر ہر فرد جماعت گواہ ہے۔ اتنے مختلف طریق سے یہ فیض عطا ہوتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے اور اس طرح خدا ان کو بعض دفعہ گنتی کر کر کے ان کی قربانیاں واپس کرتا ہے اس لئے نہیں کہ خدا زیادہ دے نہیں سکتا اس لئے کہ فوراً زیادہ دیا جائے تو ان کو پتا ہی نہیں لگے گا کہ کیوں ملا ہے۔ مگر ایک شخص ہے جس نے اپنی جمع شدہ پونجی میں سے کل کی کل پیش کرنے کا فیصلہ کر دیا جبکہ دوسری ضروریات تھیں مثلاً چار ہزار دوسو بائیس مارک تھے غالباً یہی تعداد تھی، Figure تھی۔ اس نے کہا میں نے اب دے دینا ہے ورنہ پھر کوئی پتا نہیں کہاں چلا جائے اور اس کے بعد اس کو ایک ایسی رقم ملتی ہے جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں تھا اور وہ شمار کرتا ہے تو بعینہ چار ہزار دوسو بائیس مارک بنتی ہے۔ اب کوئی یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے میں بڑھا کے دیتا ہوں تو یہ کیوں دیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ بڑھانے کا مضمون بھی سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مال جب بڑھایا جاتا ہے، جتنا دیا ہے اس سے زیادہ دیا جاتا ہے تو خوشی ہی تو بڑھائی جاتی ہے اور اس میں کیا چیز ہے۔ اگر مال بڑھے اور خوشی نہ ہو تو مال جیسا بڑھا ویسا نہ بڑھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو کس طرح زیادہ خوشی پہنچا سکتا ہوں۔ ایسا شخص جس کو یہ علم ہو جائے کہ اللہ کے علم میں آچکا ہوں اور اس نے مجھے بتانے کے لئے مجھ سے یہ احسان کا سلوک کیا ہے وہ تو چھلانگیں مارتا پھرتا ہے۔ اس کو تو اگر چار لاکھ مارک بھی مل جاتے تو ایسی خوشی نصیب نہ ہوتی جیسی اس طرح خوشی نصیب ہوئی کہ اللہ کی خاطر میں

نے قربانی کی، اللہ نے مجھ پر نظر فرمائی اور دیکھو کس طرح مجھے بتا بھی دیا کہ تمہاری قربانی رائیگاں نہیں جاتی، میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ وہ دیکھنا ہے جو سِر والوں کو نصیب ہوتا ہے اور یہ وہ دیکھنا ہے جو بتاتا ہے کہ سِر تو تم کرتے ہو خدا کی خاطر مگر خدا سے کوئی سِر نہیں ہے۔ اس کی نظر ہر جگہ پہنچتی ہے، ہر تاریک گوشے پر بھی پڑ رہی ہے اور یہ جو عطا ہے یہ سب سے بڑی عطا ہے اور نفس کی پلیدیاں دور ہونے کا ایک سلسلہ ہے جو شروع ہو جاتا ہے۔ جس آدمی کو یہ احساس ہو جائے کہ اللہ مجھ سے پیار کرتا ہے لازم ہے کہ وہ پھر اپنے لئے پاکیزگی کے رستے تلاش کرے، اپنے آپ کو پاکیزہ تر کرنے کی کوشش شروع کر دے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغام کو سمجھیں تو مالی قربانی کسی بھی مقام پر بوجھ محسوس نہیں ہوگی اور جتنی بھی زیادہ تحریکیں ہوں گی آپ کو اور زیادہ خوشی محسوس ہوگی۔ اگر اللہ دے رہے ہوں اور ہر توفیق پر آپ اللہ کا شکر ادا کریں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ پس دیکھیں کس طرح بے اختیار یہی آیت اس کے بعد فرماتی ہے فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ۗ هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ جو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے یہ وہی الحمد کا مضمون ہے جو کھول کر آپ کے سامنے رکھا ہے۔ بے اختیار ایسا شخص جس کو اپنے اندر اور عبد مملوک کے درمیان فرق محسوس ہو جاتا ہے، جو خدا کے مملوک ہونے کا فیض پاتا ہے جانتا ہے کہ خاص یہ مائدہ اس پر اترا ہے۔ اس کے منہ سے تو بے اختیار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نکلتی ہے اور اللہ نے اس کی جگہ یہی فرما دیا ہے۔ فرماتا ہے تمہارے دلوں کا حال میں جانتا ہوں جب یہ فرق ہوگا تو حمد میں ڈوب جاؤ گے، تمہاری زندگی کا ذرہ ذرہ اللہ کی حمد بن جائے گا۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن افسوس کہ اکثر کو پتا ہی نہیں کہ کیا نیکیاں ہیں، کیا خیرات ہیں، کیا لطف کے قصے ہیں جن کی ان کو کانوں کان خبر نہیں ہے۔

پس تحریک جدید کی قربانی ہو یا دوسرے اموال کی قربانی یہ درست ہے کہ جوں جوں ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں اور خدا کے انعامات زیادہ نازل ہو رہے ہیں، مالی ضرورتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں ان کو پورا کرنے کی خاطر ہی آپ دیں گے مگر دیں اس طرح جس طرح قرآن نے فرمایا ہے۔ اس روح کے ساتھ دیں جس کے اوپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روشنی ڈالی ہے تو آپ کی مالی قربانیاں دنیا میں بھی پھلیں گی اور آخرت میں بھی پھلیں گی اور آپ کے لطف تو بڑھتے

چلے جائیں گی اور جو تکلیفیں خدا کی خاطر آپ اٹھاتے ہیں ان میں لذت آنی شروع ہو جائے گی۔ پس جس کی تکلیفیں بھی خوشیاں بن جاتیں ہوں، جس کی خوشیاں بھی خوشیاں ہوں اس سے زیادہ کامیاب اور کون ہوسکتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس مضمون کی گہرائی تک ہمیں اس پر عمل کرنے کی استطاعت بخشے۔ آمین

اب مختصر وقت میں میں موازنہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ الحمد للہ کہ تحریک جدید دفتر اول کا اکسٹھواں سال اب 31/ اکتوبر 1995ء کو ختم ہوا ہے اور اب باسٹھواں سال طلوع ہو رہا ہے۔ پہلے میں دفتر اول، دفتر دوم، دفتر سوم، دفتر چہارم کے سالوں کے متعلق یہ کہا کرتا تھا مگر میں نے سوچا ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کے دماغ Confuse ہو جائیں گے۔ دفتر خواہ چار ہوں یا پانچ ہوں سال ایک ہی ہے جو اکٹھا طلوع ہوتا ہے اکٹھا ختم ہوتا ہے۔ دفتر سے مراد صرف اتنا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے 1934ء میں پہلی بار تحریک میں شمولیت اختیار کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک زندہ ہیں ان کے اکسٹھ سال پورے ہوئے اور باسٹھواں سال شروع ہونے والا ہے۔ یہ دفتر اول ہے۔ جنہوں نے دس سال کے بعد یا بیس سال کے بعد، اس کی تفصیل اب مجھے یاد نہیں مگر مختلف وقتوں میں مختلف دفاتر کا اضافہ ہوا ہے، شمولیت اختیار کی ان کا سال اکٹھا ہی ختم ہوگا لیکن ان کی قربانی کا سال اکسٹھواں نہیں بلکہ چونتیسواں یا پچیسواں یا جو بھی صورت ہو وہ سال ختم ہوگا اور ایک نئے سال میں داخل ہوں گے۔ پس چاروں دفاتر جو مختلف وقتوں میں جاری ہوئے ان سب کا تحریک جدید کا سال اس ماہِ اکتوبر میں ختم ہوا اور اب نومبر سے نیا سال شروع ہو رہا ہے۔

اس ضمن میں تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا قدم ترقی کی جانب ہے اور پہلے سے بڑھ کر مالی قربانیاں پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ موازنے جب پیش کئے جاتے ہیں تو بعض سنکی مزاج لوگ اس قسم کے خط لکھتے ہیں کہ آپ کے اعداد و شمار میں صحیح تصویر ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ آپ نے Inflation کو نظر انداز کر دیا اور آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس روپے کی قیمت پچھلے سال کتنی تھی اور اس سال کتنی ہے۔ اگر میں یہ بتانے لگ جاؤں تو ایک سو پچاس ملکوں کی Inflation کے تذکرے میں کئی خطبے خرچ ہو جائیں گے۔ عام باتوں کی ہر آدمی کو سمجھ ہے اس کے لئے کسی بڑے اکانومسٹ کی ضرورت نہیں۔ مہنگائی کا احساس تو وہ ہے جو غریب سے غریب، نادان سے نادان کو بھی ہے بلکہ اس کو

زیادہ ہے۔ کیا جاہل کو یہ پتا نہیں کہ ہم مصیبت میں مبتلا ہیں، مہنگائی ہو رہی ہے۔ اس لئے کسی کو غلط فہمی نہیں ہو رہی کہ ہم نے اپنی ترقی کے اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے گویا دنیا کو دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے سوائے ایسے شخصوں کے کوئی دھوکے میں مبتلا نہیں۔ سب کو پتا ہے کیا ہو رہا ہے۔

اور دوسرا ایک بات یہ بھول جاتے ہیں، ان کو وہم ہے شاید یعنی ایک آدمی نہیں کئی لکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو شاید یہ وہم ہے کہ جس ملک میں Inflation ہوگی، اسی نسبت سے ہر شخص کی آمدنی بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے جب تک مہنگائی کا خانہ رکھتے ہوئے اس سے زیادہ چندہ نہ دے گا اس وقت تک اس کی قربانی کو اگلا قدم نہیں کہہ سکتے۔ یہ بھی بالکل نادانی ہے۔ بسا اوقات مہنگائی ہوتی ہے اور آمدنیں اس رفتار سے نہیں بڑھ رہی ہوتیں ورنہ وہ مہنگائی تو کوئی مہنگائی نہیں ہے جس کے ساتھ ساتھ آمدنیں بھی اسی رفتار سے بڑھ رہی ہوں۔ ہمیشہ وہ مہنگائی چٹکیاں لیتی ہے جس مہنگائی کے ساتھ آمد کی رفتار ویسی نہ ہو۔ پھر لوگ شور مچاتے ہیں حکومت سے پھر جا کر کہیں تنخواہوں میں اضافے کر دیتی ہے۔ کچھ غریب ہیں جن کی مزدوری اتنی ہی رہتی ہے بے چاروں کی لیکن جن کے اضافے ہوتے ہیں وہ بھی اتنے نہیں ہوتے جتنی مہنگائی بڑھ رہی ہوتی ہے۔ تو جب ملک غربت کی طرف سفر کر رہے ہوں اس کے باوجود قربانی زیادہ ہو رہی ہو تو قابل فخر ہے اور مومنوں کے لئے اس فخر میں انکساری کا پہلو بھی شامل ہے اور بھی زیادہ وہ خدا کے حضور تشکر سے جھکتے ہیں کہ تو نے ہمیں آگے قدم بڑھانے کی توفیق بخشی۔

پس اس قسم کے اقتصادی سبق مجھے نہ دیا کریں۔ مجھے علم ہے میں نے وقف جدید میں اس کثرت سے مختلف پہلوؤں سے چارٹ بنائے تھے جن سے حقیقی قدم آگے بڑھنے یا نہ بڑھنے کے پہلو کے اوپر ہر طرح سے روشنی پڑتی تھی اور جو ماہرین اقتصادیات آ کے دیکھتے تھے کبھی انہوں نے ایک بھی ایسا اشارہ نہیں کیا کہ یہ بھی ہو جائے تو اور بہتر ہو جائے گا۔ اللہ کے فضل سے ایک نظر سے آپ کمرے میں گھوم جائیں آپ کو یہ سب کچھ پتا چل جائے گا۔ مگر اس غرض سے نہیں تھا کہ ساری جماعت میں یہ تفصیلیں پیش کی جائیں۔ اس غرض سے تھا کہ میری نظر رہے کہ جب ہمارا چندہ بڑھتا ہے تو عملاً کیا ہوا ہے اور آسان بات دیکھنے والی صرف یہ ہے جو ہر ایک سمجھ سکتا ہے اس کو چارٹوں کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ جماعت کے کام ترقی پذیر ہیں کہ نہیں۔ جماعت کے بڑھتے ہوئے

اخراجات پورے ہورہے ہیں کہ نہیں۔ اگر بڑھتے ہوئے اخراجات پورے ہورہے ہیں اور اخراجات بڑھ رہے ہیں اور پورے بھی ہورہے ہیں تو یہ کہنا کہ شاید Inflation کی وجہ سے دھوکا لگ گیا ہو جماعت نے زیادہ قربانی نہیں کی، نہایت ہی بے وقوفی کی بات ہے۔ آمد کا بڑھنا خرچ سے تعلق رکھتا ہے اگر بڑھتے ہوئے خرچ پورے ہورہے ہیں تو لازماً آمد بڑھ رہی ہے۔ کوئی اقتصادیات کا ماہر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ فرضی آمد بڑھائی گئی ہے۔ جب حقیقی ضرورت پوری ہوگی تو آمد کیسے فرضی ہو جائے گی۔

پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو یہ توفیق بخشی ہے کہ گزشتہ سب سالوں پر جن پر میری نظر ہے ہمیشہ ترقی ہوئی ہے۔ ایک بھی سال ایسا نہیں آیا کہ ہمارے خرچ رک جائیں اور ہمیں ہاتھ کھینچ کر اس لئے خرچ کرنا پڑے کہ آمد پیچھے رہ گئی ہے۔ خواہشات کے مقابل پر تو ہاتھ کھینچنے پڑتے ہیں اس میں تو کوئی شک نہیں۔ زیادہ کی خواہش تو ہمیشہ رہتی ہے۔ مگر جو خرچ گزشتہ سال ہوئے تھے اس کے مقابل پر کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ خرچ پورے نہ ہو سکے ہوں بلکہ اس سے زیادہ خرچ پورے ہوتے ہیں۔ پس اعداد و شمار جو بھی بولیں یہ حق گواہی دیتے ہیں کہ جماعت کی قربانی کا قدم آگے کی طرف ہے اور پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا مضمون ہے جو دل سے بے اختیار اٹھتا ہے۔

اس ضمن میں خلاصہ یہ ہے کہ جواب تک ستر (70) ممالک کی رپورٹیں ملی ہیں ان کے مطابق وعدہ جات 6,52,49,000 تھے اور وصولی 6,00,05,204 روپے ہے۔ وصولی اگرچہ تھوڑی ہے لیکن یہ تحریک جدید کا دستور ہے کہ جب ہمیں رپورٹیں پہنچتی ہیں تو اس وقت اور سال ختم ہونے کے درمیان بہت سی وصولیاں ہیں جو چلی ہوئی ہیں اور وہ رپورٹ بنانے والے سیکرٹری کے علم میں اس وقت نہیں ہوتیں۔ اس لئے حقیقی رپورٹ بنتی ہے 15 دن یا ایک مہینے کے بعد اور اس رپورٹ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیشہ خدا کے فضل سے وعدوں سے وصولیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس لئے جو تھوڑی سی کمی دکھائی دیتی ہے اس میں پریشانی کی بات نہیں۔ کرنسی جو ہم نے اس کو سٹرلنگ میں تبدیل کیا ہے اس حساب سے 13,31,620 پاؤنڈ کے وعدے تھے اور 12,24,596 کی وصولیاں ہیں۔ ان میں جو کمی ہے وہ زیادہ تر مشرقی ممالک کی ہے۔ جہاں تک مغربی ممالک کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب میں اب تک کی وصولی کی اطلاع کے مطابق وعدوں سے ہر جگہ وصولی بڑھ گئی ہے۔ اس سے جماعت کی قربانی کے ساتھ اس کے ولولے کا بھی پتہ چلتا ہے اور غریب

مما لک میں کچھ یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ وعدے کئے تھے اس وقت حالات بہتر تھے بعد میں حالات گر گئے۔ کچھ یہ بھی ہوتا ہے کہ نظام مواصلات کمزور ہے دیر کے بعد اطلاعیں ملتی ہیں۔ دیہاتی علاقوں میں ٹیلی فون بھی نہیں ہوتے تو اس لئے زیادہ تر جو کمی ہے وہ ان علاقوں میں ہے اور جہاں سے فوراً خبریں ملتی ہیں وہاں صورت حال بہت بہتر ہے۔

تعداد مجاہدین کے لحاظ سے بھی یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس پر نظر رکھیں کیونکہ اگر کوئی ایک آنہ بھی خدا کی راہ میں دینے والا پیدا ہو جس کو پہلے عادت نہیں ہے اور آنہ بھی تکلیف دے رہا ہے تو اس کی اصلاح کا بھی آغاز ہو گیا۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ اب یہ شرطیں بھول جائیں کہ چھ روپے یا بارہ روپے یا چوبیس روپے کم سے کم چندہ ہے۔ مجھے اس ظاہری فائدے کی ضرورت تو ہے جماعت کی خاطر مگر زیادہ میری نظر اور حرص اس مخفی فائدے میں ہے جو مالی قربانی سے وابستہ ہے اور نئے آنے والے خصوصیت سے جو آٹھ لاکھ چالیس ہزار سے زائد کی تعداد میں پچھلے سال آئے تھے اگر آپ نے ان سے کچھ کچھ مالی قربانی وصول نہ کرنا شروع کی تو ان کی تربیت کے آپ اہل نہیں رہیں گے۔ اس لئے کوشش کریں کہ وہ آٹھ لاکھ کے آٹھ لاکھ مگر آٹھ لاکھ تو اس طرح شامل نہیں ہو سکتے، اس میں بچے بھی شامل تھے، نہ کمانے والے بھی تھے، مگر یہ شرط لگائیں کہ آٹھ لاکھ کا وہ فعال حصہ جو غریب ہے تو اپنی غریبانہ معیشت کے ذریعے وہ اپنی ضرورت پوری کر رہا ہے وہ بھی دین کی ضرورتیں پوری کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لے خواہ تھوڑا ہی ہو اور شروع میں اتنا صرف لیا جائے جو وہ بشاشت سے دے سکے اور اس بشاشت کی خیر سے وہ پھر آگے جا کر اور زیادہ فیوض حاصل کرے گا، اس کو اور زیادہ قربانیوں کی توفیق ملے گی اس کا دین سنورے گا، اس کو وابستگی کا احساس زیادہ مضبوط ہوگا۔ اس کے ایمان میں جیسا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا صلابت پیدا ہو جائے گی۔

پس تحریک جدید کے جو شامل ہونے والے اعداد و شمار ہیں وہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ابھی اس پہلو سے بہت سا خلا ہے۔ جب سے بار بار ہدایت کی گئی ہے جماعت نے ترقی تو بہت کی ہے اور اس سال خدا کے فضل سے مجاہدین کی تعداد ایک لاکھ سترسٹھ ہزار سے بڑھ کر ایک لاکھ اکیاسی ہزار دوسو انتیس ہو چکی ہے اور یہ چندہ دہندگان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی خوش کن ہے۔ کیونکہ اگر چہ بہت بڑی جماعت پیچھے خالی پڑی ہوئی ہے۔ ان میں ابھی بہت سے تربیت کا کام کرنے

والے ان کو عادت بنانی ہے اور تحریک جدید کے چندے سے پہلے کچھ نہ کچھ ہمیں بنیادی چندہ ضرور وصول کرنا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر طوعی چندے چل نہیں سکتے۔ پس اس لحاظ سے میرا نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے آنے والوں کو ضرور شامل کریں۔ مگر ان کو تحریک جدید یا وقف جدید میں شامل کرنے سے پہلے کچھ نہ کچھ چندہ عام میں یا موصی ہو تو چندہ وصیت میں ان کو ضرور شامل کریں۔ اس میں رعایت ان کو دے دیں میری طرف سے اجازت ہے۔ سولہواں حصہ کی شرط بے شک نہ لگائیں۔ مگر جب وہ پورا اس بات کا شعور حاصل کرلیں اور ان کو اس بات کا لطف آئے کہ ہم باقاعدہ جماعت کے چندہ دہندہ ہیں اور مالی نظام میں شامل ہو گئے ہیں پھر طوعی تحریکات کر کے اس تعداد کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس طرح انشاء اللہ بہت کثرت کے ساتھ تحریک جدید، وقف جدید وغیرہ میں لوگ شامل ہوں گے اور جتنا زیادہ ان کو چندے کی عادت پڑے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے برکتیں حاصل کریں گے اور اس کے قرب کے نشان دیکھیں گے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مالی قربانی کرنے والوں کو خدا اس نعمت سے محروم رکھے۔

خلاصۃً اب صرف فہرست پڑھ دیتا ہوں۔ امسال بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت جرمنی کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ وہ دنیا بھر کی جماعتوں میں تحریک جدید کے چندے میں اول آئی ہے اور جو لازمی چندے ہیں ان میں بھی اوّل آئی ہے۔ بعض دوسری جماعتیں بہت زور لگا رہی ہیں مگر اللہ کا احسان ہے جس کو توفیق مل گئی مل گئی۔ ہمیں حسد نہیں ہے صرف رشک ہونا چاہئے۔ اس لئے ان کی خوشیوں میں وہ جماعتیں بھی شامل ہونی چاہئیں جن کی پوری کوشش تھی کہ ان سے آگے بڑھ جائیں لیکن نہیں بڑھ سکے۔ دوسرے نمبر پر پاکستان ہے اور ان کے درمیان ایک لاکھ پاؤنڈ کا فرق رہ گیا ہے۔ تو اس سے آپ اندازہ کریں کہ وہ بے چارے جو پاکستان میں دینی لحاظ سے بھی کمزور تھے ویسے بھی ان کے آنے سے پاکستان کے چندوں کو پتا بھی نہیں لگا کتنا فرق پڑا ہے۔ اکثر بہت تھوڑا دیا کرتے تھے تو یہاں آ کر خدا نے ان کو کیسی ہجرت کی برکتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کے اموال کشادہ کر دیئے، ان کے دل کشادہ کر دیئے اور اب وہ اپنے آبائی وطن کو ان قربانیوں میں بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ امریکہ جو مسلسل خدا کے فضل سے ترقی پذیر ہے اور توازن کے ساتھ، امریکہ کی جماعت میں یہ خوبی ہے کہ ان کی قربانیوں میں توازن بہت ہے۔ تحریک جدید کا چندہ ہے

1,75,000 پاؤنڈ اور وقف جدید کا چندہ ہے 98,000۔ وقف جدید میں دنیا میں سب سے اول ہیں۔ تحریک جدید میں تیسرے نمبر پر لیکن توازن یہ ہے کہ تحریک جدید کا چندہ وقف جدید سے آگے ہے۔ پاکستان میں پتا نہیں کیوں یہ توازن بگڑ گیا ہے۔ اس سے پتا چل رہا ہے کہ تحریک جدید کی انتظامیہ اپنے فرائض سے غافل ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں وقف جدید کو خدا تعالیٰ نے بڑی برکت دی ہے مگر ہمیشہ جماعت میں یہ بات راسخ رہی ہے کہ پہلے تحریک جدید پھر وقف جدید۔ اب مالی قربانی میں تو توازن بالکل الٹ گیا ہے یہ وقف جدید کے لئے تو بہت خوشی کی بات ہے مگر ہم سب کے لئے فکرمندی کی بات بھی ہے۔ تحریک جدید نے کیا کیا ہے جو ان کا تاثر وہاں کچھ عجیب سا، پھیکا سا پڑ گیا ہے اور کوئی وجہ ضرور ہے یا ان کی تحریکوں کی طرز وہی پرانی ٹکسالی کی چلی آ رہی ہے جبکہ زمانے بدل چکے ہیں۔ وہی چھ پرزور، بارہ پرزور اور اس قسم کی رسمی باتوں پر۔ چندے لینے ہیں تو دلوں کو کشادگی عطا کریں۔ ان کو ایسی باتیں پہنچائیں جن سے دل تازہ ہوں، حوصلے بڑھیں، رشک کے جذبات پیدا ہوں۔ مگر محض چند امیروں کے پیچھے پڑ جانا یا رسمی طور پر کم سے کم مقرر کر کے سب کو کہنا کہ آپ پر لازم ہے بارہ حضرت مصلح موعودؓ نے مقرر کیا تھا، چوبیس اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانے میں مقرر کیا اس سے کم آپ نے نہیں لینا یا ضرور پورا کریں، اس سے تحریک کوئی نہیں ہوتی۔ صرف یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی ڈانٹ رہا ہے کہ ہم بڑے نکمے لوگ ہیں۔ تو میں بھی آپ کو ڈانٹ نہیں رہا میں کچوکے دے رہا ہوں۔ تحریک جدید اٹھے اور خیال کرے کہ ایک پیچھے سے آنے والا گھوڑا جو بہت پیچھے تھا وہ اتنا آگے نکل گیا ہے۔ تو اللہ کرے کہ یہ غیرت کام آئے مگر وقف جدید کو دبا کے نہ آگے نکلیں۔ یہ نہ کریں کہ جو وقف جدید کے چندے دے رہے ہیں آپ کہیں کہ نہیں ہمارا بڑھاؤ، ان کا کم کرو۔ تو اللہ تعالیٰ سب کو ہی آگے بڑھنے کی توفیق بخشے لیکن بعض جو پرانی ترتیبیں خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہوئی ہیں وہ جب بدلتی ہیں تو تعجب ضرور ہوتا ہے۔ برطانیہ نمبر چار ہے، کینیڈا نمبر پانچ، انڈونیشیا چھ، سوئٹزرلینڈ سات، ماریشس آٹھ، جاپان نو اور ہندوستان دس۔ اس پہلو سے ہندوستان نے کافی ترقی کی ہے۔ پہلے ان چندوں میں ہندوستان بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے نئی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔

فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہمیشہ کی طرح اور بہت فرق ڈال گیا ہے

باقی جماعتوں سے، جاپان نمبر دو، امریکہ نمبر تین، بیلجیئم نمبر چار، برطانیہ نمبر پانچ اور اس کے قریب قریب ہی جرمنی بھی ہے یعنی معمولی فرق کے ساتھ کیونکہ عموماً وہاں جماعت غریب ہے اس لئے فی کس قربانی کے معیار کے لحاظ سے وہ بعض دفعہ نسبتاً کم قربانی کرنے والی جماعتوں سے بھی پیچھے رہ جاتے ہیں مگر اجتماعی قربانی میں وہ خدا کے فضل سے بہت آگے ہیں اور مجاہدین کی تعداد کے لحاظ سے اب وقت نہیں رہا بہت سے ممالک ہیں جو ترقی کر کے آگے آرہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو مالی قربانی کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے ظاہر کا حق بھی پورا کرنے کی توفیق بخشے اور اس کے باطن کا بھی جَهْرًا کا بھی اور سِرًّا کا بھی، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین